ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 4, (Oct to Dec 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-IV)urdu-20

ماخذ تحقیقی مجلہ

OPEN ACCESS

CC BY NC

شعیب اجمل
بی ایس اسکالر، شعبہ اردو، ولایت حسین اسلامیہ گریجویٹ کالج ملتان

مبشر سعید کی شاعری میں ماحولیاتی عناصر کی پیشکش (ماحولیاتی تنقیدی مطالعہ)

Shoaib Ajmal*
B.S. Scholar, Department of Urdu, Wilayat Hussain Islamia Graduate College Multan.

***Corresponding Author:** ajmalshoaib984@gmail.com

Presentation of Environmental Elements in the Poetry of Mubashir Saeed (Environmental Critical Studies)

Mubashir Saeed holds the foot of the tradition and moves towards new paths that are in many landscapes. Mubashir Saeed portrays these scenes and expands the poetry intellectually. One of the stops along the way is the ecology. The topic of Eco-criticism hopes for a person to admit his mistake and give equal rights to other living beings and not recognize himself as superior to all other life. Because the consequences of human superiority are very serious in nature. In his poetry, Mubashir Saeed said has convinced man of his limitations in a loving and compassionate manner. So that humans and other species can live together in a rapidly changing world.

Key Words: *Mubashir Saeed, Eco-criticism, Ecology, Nature Writing.*

ماحول کے لیے انگریزی میں دو الفاظ ایکالوجی(Ecology) اور انوائرمنٹ(Environment) کا استعمال کیا جاتا ہے۔ اردو میں انوائرمنٹ کا ترجمہ ماحول اور ایکالوجی کا ترجمہ ماحولیات کیا گیا ہے۔ لیکن ان دونوں اصطلاحات میں بنیادی فرق موجود ہے۔ انوائرمنٹ میں جانداروں یا زندگی کی بجائے فطرت اور اس کے اجزاء کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ جبکہ ایکالوجی میں جانداروں پر ماحول کے اثرات کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ ایکالوجی کی اصطلاح انیسویں

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 4, (Oct to Dec 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-IV)urdu-20

ماخذ تحقیقی مجلہ

صدی کے وسط میں سامنے آئی۔ اس اصطلاح کا پہلی مرتبہ استعمال ایک جرمن ماہر حیاتیات ارنسٹ ہیکل(Ernst Haeckel)نے ۱۸۶۹ء میں کیا۔(۱) بعد کے آنے والے ماہرین نے اس اصطلاح کو اپنے طور پر سمجھنے کی کوشش کی اور اس اصطلاح کی وضاحت اپنے طور پر کی۔ فریڈرک (Frederic) نے ایکالوجی کو 'ایک علاقے کی سائنس' قرار دیا۔ چارلس الٹن(Charles Elton) نے ۱۹۲۷ء میں ایکالوجی کی اصطلاح کو 'سائنسی فطرت کی تاریخ' قرار دیا۔ اسی طرح ایلی(Allee) نے ایکالوجی کو ۱۹۴۹ء میں جن معنوں میں استعمال کیا اس کے مطابق:

"یہ وہ سائنس ہے جو جانداروں کا ماحول سے اندرونی تعلق بیان کرتی ہے۔"(۲)

ایکالوجی کے حوالے سے 'قومی انگریزی اردو لغت' میں بتایا گیا ہے:

"حیاتیات کی ایک شاخ جس میں اجسام نامی اور ان کی ذی روح اور غیر ذی روح مجموعی ماحول کے مابین روابط کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔"(۳)

'ڈکشنری آف سائنس' میں ایکالوجی کی تعریف کچھ ان الفاظ میں کی گئی ہے:

"ایکالوجی علم فعلیات کی وہ شاخ ہے جن میں پودوں پر ماحول کے اثرات کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔"(۴)

ایکالوجی کی ان تعریفوں سے معلوم ہوتا ہے کہ پودوں اور جانداروں پر ماحول اثر انداز ہوتا ہے اور پودے ماحول کے اثرات قبول کرتے ہیں۔ ماحول صاف ستھرا اور پودوں کے لیے سازگار ہو گا تو پودوں کو پھلنے پھولنے میں آسانی رہے گی۔ اگر ماحول ناسازگار ہوا تو پودوں کی بڑھوتری رک جائے گی اور ان کی بقا کے لیے خطرہ پیدا ہو جائے گا۔ اسی طرح انسان بھی ماحول پر اثر انداز ہوتا ہے اگر انسان ماحول سے دوستانہ رویہ نہیں رکھتا تو اس کے نتائج منفی صورت میں سامنے آتے ہیں۔

ادب اور ماحول کا آپس میں تعلق دریافت کرنے کے بعد ماحولیاتی مطالعات کو ابتدائی طور پر 'سبز انتقاد'، 'ماحولیاتی شعریات'، 'سبز شعریات' اور 'سبز ثقافتی مطالعات' جیسے نام دیے گئے۔ ایکالوجی کی اصطلاح کو جب ادبی تنقید سے منسلک کیا گیا تو اسے ماحولیاتی تنقید(Ecocriticism) کا نام دیا گیا۔ ماحولیاتی تنقید ایک ایسا تنقیدی دبستان ہے جس میں پہلے سے موجود تمام تصورات سے انحراف کیا گیا ہے۔ ابتدائی عرصے میں ماحولیاتی تنقید میں تخلیقی فن پاروں میں ماحول کی عکاسی کو دیکھا جاتا تھا۔ کچھ عرصے کے بعد ماحولیاتی تنقید میں انسان اور فطرت کے مابین باہمی تعلق کو دریافت کرنے کی کوشش کی گئی۔

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 4, (Oct to Dec 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-IV)urdu-20

ماخذ تحقیقی مجلہ

انسان اور ماحول کا باہمی تعلق بہت اہمیت کا حامل ہے۔ انسان اور ماحول کا انسلاک اس طرز کا ہے کہ انسان ماحول کے لیے آزار کا سبب بنے گا تو ماحول بھی انسان کو ایذا پہنچائے گا۔ اس کے برعکس انسان ماحول دوست بنے گا تو ماحول بھی انسان کے لیے منفعت بخش ثابت ہو گا۔ مادیت پرستی، ترقی اور ایجادات کی وجہ سے انسان اور ماحول کے درمیان فاصلے بڑھنے لگے۔ جس کے بعد انسان ماحول کے تحفظ کا باعث بننے کی بجائے ماحول کو اپنے مفاد کے لیے استعمال کرنے لگا۔ ان بنیادوں پر انسان اور ماحول کے مابین تناؤ اور کشیدگی کی صورت حال پیدا ہوئی۔ اب تو بہت سے ماہرین اس اندیشے کا شکار ہو ہیں کہ کہیں یہ کشیدگی دشمنی میں نہ بدل جائے۔ اگر ایسا ہوا تو یہ انسان اور ماحول کی بقا کے لیے خطرے کا باعث بنے گی۔

دراصل انسان کو فکر اور شعور کی بنیاد پر ہی دوسرے جانداروں پر فوقیت حاصل رہی ہے۔ یہ فوقیت قدیم انسان کو حاصل نہیں تھی بلکہ وہ تو خود کو فطرت کا ایک جز تصور کرتا تھا۔ اس قدیم انسان کی طرز زندگی بھی دوسرے جانداروں سے مختلف نہیں تھی۔ لیکن جیسے جیسے انسان ماحول سے واقف ہوتا گیا ویسے ویسے ہی اپنی شعوری صلاحیتوں کو استعمال میں لا کر دوسرے جانداروں سے الگ اپنی سمت کا تعین کرنے لگا۔ اسی الگ سمت کے تعین کی بنا پر انسانی تہذیب کا آغاز ہوا اور اسی انسانی تہذیب نے بشر مرکزیت (Anthropocentric) [۵] کے نظریے کو وجود بخشا۔ اس نظریے کے تحت انسان نے دوسرے جانداروں کے استحصال کو اپنا حق سمجھا اور خود کو عقل و فکر کی وجہ سے تمام جانداروں سے برتر و بالا سمجھنے لگا۔ انسان پسندی (Humanism) کے اس نظریے نے انسان اور فطرت کے مابین تشکیلی علاحدگی (Hyper Seperation) [۶] کی بنیاد رکھی۔ اس متکبرانہ نظریے کے تحت انسان نے فطرت کے استحصال اور اس پر غلبے کا حق حاصل کیا۔ یہ نظریہ انسانی فکر اور رویوں کا حصہ نشاۃ الثانیہ کے دور سے بن چکا تھا۔ یورپ میں سولھویں صدی کے دور کو نشاۃ الثانیہ کا دور کہا جاتا ہے۔ اس وقت کے عوام پر کلیسا کا اثر ورسوخ کم ہوتا جا رہا تھا اور قدیم ادب کی آزادی کو سراہا جا رہا تھا۔ اس آزادی کو پسند کرنے والوں کو ہیومنیسٹ (Humanist) کہا جانے لگا۔ نشاۃ الثانیہ سے لے کر عہد حاضر تک کے تمام علوم کی بنیاد انسانی موضوع پر رکھی گئی۔

مبشر سعید (۱۹۸۳ء) کے ہاں بھی پیڑوں اور پرندوں کو درپیش مسائل کا احاطہ کیا گیا ہے۔ انہوں نے فطرت اور انسان کے باہمی تعلق پر خامہ فرسائی کی ہے۔ ان کے مطابق فطرت اور انسان کے درمیان تعلق کی از سر نو تفہیم کرنے کی ضرورت ہے۔ تاکہ انسان کو زمینی اخلاقیات کے بارے میں آگاہ کیا جا سکے۔ ان کے ہاں انسان کے

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 4, (Oct to Dec 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-IV)urdu-20

ماخذ تحقیقی مجلہ

متعلق ہجان کی سی کیفیت نظر نہیں آتی۔ وہ نہ ہی انسانی کارستانیوں پر برانگیختہ ہوتے ہیں۔ بلکہ پیار، محبت اور ایک سلیقے سے انسان کو فطرت کی اہمیت سے آگاہ کرتے ہیں۔ کیونکہ انسان کی نفسیات ہے کہ وہ زور زبردستی یا بالجبر کوئی کام کرنے پر آمادہ نہیں ہوتا۔ انسان کو ماحولیاتی شعور دے کر ہی فطرت کا استحصال کرنے سے روکا جا سکتا ہے۔ ان کے اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے انسانی نفسیات کا بھی باریک بینی سے جائزہ لیا ہوا ہے۔ اس لیے ماحولیاتی شعور اجاگر کرنے کے لیے نرم رویہ اختیار کیا ہے۔ ان کے اشعار ملاحظہ کیجئے:

گھر کے آنگن میں لگا پیڑ کٹا ہے جب سے
ہم تری بات پرندوں کو سنانے سے گئے (۷)

.....

جایئے اور کچھ درختوں کو
سبز ہونا سکھایئے صاحب! (۸)

.....

یہ پرندوں کے لیے جائے اماں ہوتے ہیں
اپنے آنگن میں بھی کچھ پیڑ اگانا میرے دوست (۹)

پہلے شعر سے معلوم ہوتا ہے کہ فطرت انسان دوست ہی رہی ہے۔ انسان اداسی کے لمحات میں تنہا یا فطرت کے قریب رہنا چاہتا ہے۔ کیونکہ پر فضا مقام مزاج کو بھی خوشگوار کر دیتا ہے۔ اگر گاوں کے لوگوں پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ شہری لوگوں کی نسبت زیادہ تندرست زندگی گزار رہے ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان کا رہن سہن فطرت کے قریب ہوتا ہے۔ شہروں کی طرز تعمیر میں بدلاو بھی چند سال قبل کا ہی قصہ ہے۔ اس سے پہلے گھروں کے آنگن بہت وسیع ہوتے تھے اور پیڑ بھی اگائے جاتے تھے۔ ہر وقت گھر کے آنگن میں پیڑ پر بیٹھے پرندوں کا شور گونجتا رہتا تھا۔ لیکن چند سالوں میں آبادی میں اتنا اضافہ ہوا ہے کہ چھوٹے اور بلند و بالا گھر تعمیر کیے جانے لگے۔ اس طرح بند گھر تعمیر کیے گئے کہ پیڑ اگانے کی جگہ بھی نہیں رہی۔ شاعر بھی یہی کہتا ہے کہ پرندے میرے ہم راز اور دوست ہوا کرتے تھے۔ جن سے میں اپنے محبوب کی باتیں کرتا تھا۔ لیکن گھر کے آنگن سے پیڑ کاٹ کر پرندوں کو بے گھر کر دیا گیا ہے۔ اب اسی گھر میں ایسا کوئی نہیں جس سے اپنے دل کی باتیں کی جا سکیں۔ پرندے

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 4, (Oct to Dec 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-IV)urdu-20

ماخذ تحقیقی مجلہ

پیڑوں پر بسیرا کرتے ہیں جہاں پیڑ نہ رہیں وہاں سے ہجرت کر جاتے ہیں۔ شاعر نے بھی دراصل پرندوں کی ہجرت کی نشاندہی کی ہے۔

ایک لمحے کے لیے تصور کریں کہ فطرت کا استحصال کرنے والا انسان اگر فطرت کا محافظ بن جائے تو کتنی خوش آئند بات ہو گی۔ انسان نے اپنے مقاصد کی تکمیل کے لیے درختوں کا استحصال کیا۔ بڑھتی ہوئی آبادی کے پیش نظر بہت بڑے پیمانے پر درختوں کو کاٹ دیا گیا۔ دیہاتوں میں پکی سڑکوں کے باعث درختوں کو کاٹا گیا۔ یعنی کہ کرہ ارض پر انسانوں کے علاوہ درختوں کو اور کسی نے نہیں کاٹا۔ بلکہ باقی جانداروں کی حیات درختوں کے ہونے سے ہے۔

اگر درخت ختم ہو جائیں تو ایک لمحے کے لیے بھی انسانوں اور دوسرے جانداروں کے لیے سانس لینا ممکن نہیں رہے گا۔ شاعر کے نزدیک درختوں کے تحفظ کی ذمہ داری بھی انسان پر عائد ہوتی ہے۔ انسان ابھی بھی معدوم ہوتے ہوئے درختوں کو معدومیت سے بچا سکتا ہے اور انہیں نئی زندگی دے سکتا ہے۔ کچھ عرصے سے شہروں میں بدیسی پیڑوں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے۔ یہ بدیسی درخت پرندوں اور مقامی درختوں کے لیے نقصان دہ ثابت ہو رہے ہیں۔ جیسا کہ "کونو کارپس" ایک بدیسی درخت ہے۔ آپ میں سے کسی نے بھی اس درخت پر گھونسلا نہیں دیکھا ہو گا۔ کیونکہ بدیسی درخت سے پرندے مانوس ہی نہیں ہو پاتے۔ شاعر نے بڑے پیار کے ساتھ گزارش کی ہے کہ درختوں کو معدومیت کے خطرے سے بچایا جائے۔

انسان کی طرح ہر جاندار اپنا مسکن بناتا ہے اور وہیں زندگی بسر کرتا ہے۔ انسان تو گھر کے بغیر رہنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ اسی خاطر اپنے لیے خوبصورت گھر تعمیر کرتا ہے۔ لیکن انسان اپنے لیے گھر تعمیر کرتے ہوئے پرندوں سے ان کا گھر چھین لیتا ہے۔ پرندوں کے رہنے کی جگہ درخت ہوتے ہیں۔ جب درخت کاٹ دیے جاتے ہیں تو پرندے در بدر ہو جاتے ہیں اور ہجرت کر جاتے ہیں۔ اس لیے قاری کو دوست کے لفظ سے مخاطب کر کے التجا کی ہے کہ اپنے آنگن میں درختوں کو اگانا بہت ضروری ہے۔ کیونکہ درخت پرندوں کے لیے جائے اماں ہوتے ہیں۔ شاعر کو بڑے گھر بنانے سے کوئی مسئلہ نہیں وہ صرف یہی چاہتا ہے کہ گھروں کے آنگن میں پیڑ ضرور اگانے چاہئیں۔ تاکہ پرندوں کو مسکن میسر ہو اور مقامی پرندے ہجرت کرنے سے رک جائیں۔ مبشر سعید کو انسان پر غصہ کسی بھی لمحے نہیں آتا بلکہ وہ انسان کو "دوست" کہہ کر مخاطب کرتے ہیں۔

ایک عالمی تحقیق کے مطابق زمین پر گیارہ ٹیر لین درخت موجود ہیں اور ان درختوں کی ساٹھ لاکھ اقسام پائی جاتی ہیں۔ لیکن انسانی تہذیب کی شروعات سے لے کر اب تک ۴۶ فیصد درخت کم ہو چکے ہیں۔ آج کا انسان خود

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 4, (Oct to Dec 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-IV)urdu-20

ماخذ تحقیقی مجلہ

کو دنیا کا حاکم اور باقی تمام جاندار کو اپنا محکوم سمجھنے لگا ہے۔ اسی متکبرانہ رویے کی بدولت انسان درختوں کو کاٹتا ہی چلا جا رہا ہے۔ دراصل انسانی تہذیب کی شروعات ہی انسان اور فطرت کے درمیان دوری کا سبب بنی اور یہ دوری بتدریج بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ شاعر نے انسان کے رویے کے بدلے میں درختوں میں پیدا ہونے والے ردعمل سے بھی آگاہ کیا ہے۔ درختوں کی ہیجانی کیفیت کو واضح کیا ہے۔ ان کے تین اشعار ملاحظہ کیجئے:

وہاں باغ میں جو شجر کھڑا تھا ہرا بھرا
کسی غم سے یہ بھی نڈھال ہے، کوئی پوچھتا(۱۰)

.....

مجھے تو حبس کی وحشت نے کر دیا برہم
شجر بھی آگ بگولہ دکھائی دیتا ہے (۱۱)

.....

پیڑ نے اپنے آپ سعید
گردن رکھ دی آری پر(۱۲)

پہلے شعر میں انسانی بے حسی اور خود غرضی واضح طور پر عیاں ہے۔ جب انسان خود درختوں کے غم کی وجہ ہو تو وہ ان کے غم کا سد باب نہیں کر سکتا۔ دراصل انسانوں پر درختوں کی اہمیت واضح نہیں کی گئی۔ انہیں نہیں بتایا گیا کہ انسانی زندگی کے لیے درخت کتنی اہمیت کے حامل ہیں۔ درخت موسمی درجہ حرارت میں کم از کم پانچ ڈگری سینٹی گریڈ تک کمی کا سبب بنتے ہیں اور سورج کی مضر شعاوں کو بھی روکتے ہیں۔ درخت کے پتے فضا میں سے زہریلی گیسوں مثلاً نائٹروجن آکسائیڈ اور سلفر آکسائیڈ کو اپنے اندر جذب کر لیتے ہیں اور یہ انسانوں کے لیے انتہائی مفید عمل ہے۔

درخت انسانوں میں ذہنی دباو اور ڈپریشن کم کرنے میں بھی مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ پھول یا ہرے پتے انسانی بلڈ پریشر میں بھی کمی کا باعث بنتے ہیں اور بدن کے مدافعتی نظام کو تقویت بخشتے ہیں۔ انسان سب سے پہلے اپنے لیے سوچتا ہے۔ اسے جب اپنی بہتری کے لیے درختوں کی افادیت باور کروادی جائے گی تو وہ درختوں کی بقا کے لیے ضرور فکر مند ہو گا۔ کیونکہ اسے معلوم ہو چکا ہو گا کہ درختوں میں کمی اس کے لیے سنگین مسائل پیدا کرے گی۔

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 4, (Oct to Dec 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-IV)urdu-20

ماخذ تحقیقی مجلہ

شاعر نے بھی اسی بات پر زور دیا ہے کہ درختوں سے بھی ان کے غم کی وجوہات معلوم کرنی چاہئیں اور ان کے مسائل پر دھیان دینا چاہیے۔

انسانوں اور درختوں کی دوری دونوں کے لیے مسائل پیدا کر رہی ہے۔ انسان بڑھتے ہوئے درجہ حرارت سے پریشان ہے لیکن اس کی وجوہات پر غور کرنے کے لیے تیار نہیں۔ اسی طرح درخت بھی انسان پر آگ بگولا دکھائی دیتا ہے۔ کیونکہ انسان درختوں میں کمی کا باعث بن رہا ہے۔ شاعر نے انسانی نفسیات اور درختوں کے رد عمل کی بہترین تصویر کشی کی ہے۔ ایسا ممکن نہیں کہ انسان درخت بھی کاٹتا رہے اور درجہ حرارت کے بڑھنے کی توقع نہ رکھے۔ اگر انسان درخت کاٹنے سے باز نہیں آتا تو خود کو درختوں میں پیدا ہونے والے رد عمل کے لیے بھی تیار رکھے۔

ایسا نہیں کہ صرف جانوروں میں ہی خوشی اور غم کے جذبات پائے جاتے ہیں۔ بلکہ درخت بھی خوش اور غمگین ہوتے ہیں۔ انسانی رویوں سے بھی متاثر ہوتے ہیں یہ واضح ہے کہ اگر انسان ماحول دوست نہیں بن سکتا تو کبھی درخت بھی انسان دوست نہیں بنیں گے۔ شاعر نے انسان اور درختوں کی دوری کے باعث دونوں میں پیدا ہونے والی ہیجانی کیفیت کو بیان کیا ہے۔ جہاں کہ انسان محبوب سے دور ہو کر وحشت میں مبتلا ہو جاتا ہے بالکل اسی طرح انسان اور درخت بھی ایک دوسرے کے محبوب ہیں اور جب ایک دوسرے سے دور ہو جاتے ہیں تو دونوں پر ہیجانی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ اسی لیے انسان کو چاہیے کہ اپنے پرانے محبوب کے پاس واپس جائے جسے بھول چکا ہے اور ہجر کو وصل میں تبدیل کر دے۔

تیسرے شعر میں شاعر نے درختوں کی بے بسی کا ذکر کیا ہے پیڑ خود کو فطری حملوں سے تو محفوظ رکھنے کی اہلیت رکھتے ہیں لیکن انسانی جبر کے سامنے بے بسی کی تصویر بن جاتے ہیں۔ جیسا کہ جب کسی علاقے میں خشک سالی پڑتی ہے تو درخت اس علاقے سے ہجرت کر جاتے ہیں اور اپنے جھنڈ کو زیادہ بارش والے علاقے کی طرف منتقل کرتے ہیں۔ سائنس دانوں نے بھی درختوں کی ہجرت کو ثابت کیا ہے۔ ایک اور تحقیق کے مطابق درخت مشکل میں ایک دوسرے کو پیغام بھی بھیجتے ہیں۔ قحط سالی یا کسی بھی بیماری میں یہ باقاعدہ دوسرے درختوں تک پیغام پہنچاتے ہیں۔

درخت پرواز نہیں کر سکتے لیکن پریشانی میں وہ فضا میں ایسی کیمیائی مادے اور نامیاتی مرکبات چھوڑتے ہیں جن سے وہ اپنے قریبی درختوں کو اپنی پریشانی سے آگاہ کر سکتے ہیں۔ کئی مرتبہ اپنے آپ کو جانوروں سے بچانے

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 4, (Oct to Dec 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-IV)urdu-20

ماخذ تحقیقی مجلہ

کے لیے ایسے کیمیائی مرکبات کا اخراج کرتے ہیں جن سے کڑوے ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح جب کبھی درختوں کو کیڑوں کا سامنا ہوتا ہے تو یہ کیڑے کھانے والے فضا میں چھوٹے چھوٹے حملہ آوروں کو اطلاع کرتے ہیں۔ ایسے فطری مسائل سے نپٹنے کے لیے درختوں میں مدافعت کا نظام موجود ہوتا ہے۔ لیکن جب انسان درخت کاٹتا ہے تو درخت اپنا تحفظ کرنے سے قاصر ہوتے ہیں شاعر نے بڑی عمدگی کے ساتھ درختوں کی بے بسی کا اظہار کیا ہے۔ ان کے اشعار ملاحظہ ہوں:

گلہری نے درختوں سے کہا ہے
تمہارا رنگ کیوں پیلا پڑا ہے؟(۱۳)

.....

پرندوں کی سکونت ہے وہاں پر
شجر سے شور آنا چاہیے تھا(۱۴)

درخت اور جانور ایک ہی حیاتیاتی ماحول میں رہنے کے عادی ہوتے ہیں۔ دونوں ایک دوسرے کے مسائل سے بھی آگاہ ہوتے ہیں۔ گلہری درختوں پر ہی کھیلتی کودتی ہے۔ شعر سے معلوم ہوتا ہے کہ اچانک گلہری کی نظر پیڑ پر پڑتی ہے، تو اسے محسوس ہوتا ہے کہ پیڑ کسی وجہ سے اداس ہے اور وہ اس کی اداسی کا سبب جاننے کی کوشش کر رہی ہے۔ دراصل اس شعر کے ذریعے انسان کو ندامت کا احساس دلانے کی کوشش کی گئی ہے کہ گلہری بھی درخت کی پریشانی بھانپ چکی ہے اور انسان جان کر انجان بننے کی کوشش کر رہا ہے۔ کیونکہ انسان کو معلوم ہے کہ پیڑ کی اداسی کا سبب میں ہی ہوں۔

حیاتیاتی ماحول میں سب سے اہم کردار درخت ادا کرتے ہیں۔ اگر درخت نہ ہوں تو حیاتیاتی ماحول کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن درختوں میں بتدریج کمی ہو رہی ہے اور ان کی کئی اقسام معدومیت کے خطرے سے دوچار ہیں۔ جو بھی حیاتیاتی ماحول کی خواہش کرتا ہے اسے درختوں کا تحفظ کرنا ہوگا۔ شاعر کے نزدیک انسان فطرت سے اس قدر دور ہو چکا ہے کہ درختوں کی پریشانی کو بھی نہیں بھانپ سکتا۔ اسی لیے درخت اور جانور ایک دوسرے سے غم بانٹ رہے ہیں۔ دوسرے شعر کو بدیسی پیڑوں کے تناظر میں بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ کیونکہ پرندے اجنبی پیڑوں پر گھونسلے نہیں بناتے۔ شاعر کے نزدیک اگر درخت ہوتے تو وہاں سے پرندوں کا شور آنا چاہیے تھا۔ لیکن سکونت کی سی کیفیت ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پیڑوں پر پرندے موجود نہیں ہیں۔

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 4, (Oct to Dec 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-IV)urdu-20

ماخذ تحقیقی مجلہ

مبشر سعید ملتان کے رہنے والے ہیں اسی لیے درختوں کی اہمیت سے بڑی حد تک واقف ہیں۔ انہوں نے انسان کو موردِ الزام ٹھہرانے کے باوجود نرم رویہ رکھا ہے اور انسان کو فطرت کی اہمیت کو باور کرانے کی کوشش کی۔ ان کے نزدیک خوشگوار زندگی کے لیے درخت اور پرندے بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ شاعر زندگی کا عکاس ہوتا ہے اور اس کا کام سماج کی فکر کا مشاہدہ اور سماجی ترجیحات کی نمائندگی کرنا ہوتا ہے۔ مبشر سعید نے بھی ماحولیاتی بحران کے خطرے سے آگاہ کیا ہے اور انسان کے متکبرانہ رویے کی بھی نشاندہی کی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ جے ایل چیپ مین، ایم جے ریائس، "Ecology, Principiles and Application" (کیمبرج: یونیورسٹی پریس، ۲۰۰۰ء)، ص ۲۔

۲۔ ایس وی ایس رانا، "Essential of Ecology and Environmental Science"، (نئی دہلی: جے پرنٹ بیک پرائیویٹ لمیٹڈ، ۲۰۰۹ء)، ص ا۔

۳۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، "قومی انگریزی اردو لغت" (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۴ء)، ص ۶۴۲۔

۴۔ وہاب اختر عزیز، "ڈکشنری آف سائنس" (لاہور: اظہر پبلیشر، س۔ن) ص ۲۵۹۔

۵۔ اورنگ زیب نیازی، ڈاکٹر، "ماحولیاتی تنقید: نظریہ اور عمل"، (لاہور: اردو سائنس بورڈ، ۲۰۱۹ء)، ص ۲۳۵۔

۶۔ ایضاً، ص ۲۳۶۔

۷۔ مبشر سعید، "خواب گاہ میں ریت"، (لاہور: القلم پبلی کیشنز، ۲۰۱۸ء)، ص ۹۰

۸۔ مبشر سعید، "خواب سرا کے بھید"، (ملتان: سخن سرائے پبلی کیشنز، ۲۰۲۳ء)، ص ۱۰۸

۹۔ ایضاً، ص ۱۲۵

۱۰۔ ایضاً، ص ۴۵

۱۱۔ ایضاً، ص ۶۱

۱۲۔ ایضاً، ص ۷۵

۱۳۔ ایضاً، ص ۷۸

۱۴۔ ایضاً، ص ۱۲۸